

تفتیب : اختراعی

مذاکرہ تعمیر فرد اور اصلاح معاشرہ

ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر منیر حسن معصومی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
مولانا ماہر القادری، حکیم محمد سعید دہلوی، حافظ نذرا حسد

✽ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا لیکن کیا وجہ ہے کہ یہاں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مذہب سے بیزار ہے؟

✽ ہمارے معاشرے میں یہ راہ روی جس تیزی سے قوت پکڑتی جا رہی ہے۔ آپ کے خیال میں اس کے اسباب کیا ہیں؟

✽ بلکہ راہ روی اور دوسری معاشرتی خرابیوں کے تدارک کے لیے آپ کیا طریقہ کار تجویز کرتے ہیں؟
✽ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ فرد اور معاشرہ کی اصلاح کا انحصار تجدید ایمان و عمل پر ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا طریق کار کیا ہو سکتا ہے؟

✽ پاکستان کی غالب اکثریت دین سے جذباتی تعلق رکھتی ہے۔ تجدید و اصلاح میں علماء و اساتذہ اور دانشوروں کی ذمہ داری دوسرے طبقوں سے زیادہ ہے؟ یہ طبقے اصلاح معاشرہ میں کیوں ناکام ہیں یا پورے طور پر کامیاب کیوں نہیں؟
✽ اصلاح فرد اور تطہیر معاشرہ کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟

ڈاکٹر سید عبداللہ صدر دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

سب سوالوں کو یک جا کر کے، سب کا خلاصہ سامنے رکھ کر ایک ہی جواب میں ہمہ جہت نقطہ نظر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

آپ کے سب سوالات کا تعلق کسی نہ کسی طور اصلاح معاشرت سے ہے۔ آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہماری موجودہ معاشرت کیوں بگڑ رہی ہے۔ اس کی اصلاح علماء سے کیوں نہیں ہو رہی اور تعلیم یافتہ طبقے اپنے مذہب اور اپنی معاشرت سے کیوں بیزار ہیں۔

معاشرت کا بگاڑ غیر ملکی معاشرت کے پرزور حملے کی وجہ سے ہے جس کے ذرائع و وسائل

نہایت مؤثر اور پرورد ہیں۔ ادب، سینما و فلم، ٹیلی ویژن، ریڈیو، ہوٹل، سیر و سفر اور سیاحت کی آسائیاں۔ ان سب میں تفریبات نفس کو مشغول کرنے کے جملہ اسباب و محرکات موجود ہیں۔ جن کا مقابلہ کرنا اور دوسرے کے انسان (مسلمان) کے بس کی بات نہیں۔ یہ تفریبات آہستہ آہستہ مزاج میں داخل کی گئیں۔ اس کے بعد جب مزاج مانوس ہو گئے (جیسا کہ اب تقریباً سارے عالم اسلام میں ہو چکے ہیں) تو لذت و شہوات کا کاروبار عام و خاص تک (بلکہ اب گھروں تک میں) پہنچا دیا گیا۔ بڑی عمر کے لوگوں میں سے ایک حصہ ایسا بھی ہے جو اسے ناپسند کرتا ہے مگر نوجوان تر نسلیں جو کالجوں، ہوٹلوں اور سینماؤں کی فضا میں اور نام نہاد ادب کے ماحول میں پل کر نکلی ہیں۔ گھروں میں بھی غالباً آچکی ہیں خصوصاً لڑکیاں۔ یہ سب لوگ پرانی معاشرت سے نفرت کرنے لگے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ عنقریب یہ ملک (باقی عالم اسلام کی طرح) مغربی معاشرت کے شہوانی مظاہر کا گھر بن جائے۔

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس کا ایک سبب جدید تعلیم ہے جو ہر مغربی شے کے لیے انس اور میلان پیدا کر دیتی ہے۔ یہ میلان آہستہ آہستہ ہر شے مغربی کو لبیک کہہ دیتا ہے۔ مغربی ممالک کے ساتھ سیر و سفر کے مواقع اب زیادہ ہو گئے ہیں۔ جو لوگ وہاں جلتے ہیں۔ ظاہری لذت بخش ماحول کے شہید بن کر آتے ہیں اور یہاں پہنچ کر ان سلسلوں کے مبلغ بن جلتے ہیں۔ بین الاقوامی اعلیٰ ہوٹلوں کی پاکستان میں تعمیر اس لیے گوارہ کی جاتی ہے (بلکہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے) کہ ان کی وجہ سے پاکستان کو زرمبادلہ کمانے کا موقع ملتا ہے۔ اس کی آڑ میں مغرب کے فواش پھیلتے ہیں اور پھیلائے جاتے ہیں۔

مغربی اقوام — خصوصاً یہودیوں کے کئی ادارے، مختلف ناموں سے اسلامی ملکوں میں (بشمول پاکستان) ان میں فواش کی منظم تربیت کرنے پر لگے ہوئے ہیں اور تربیت کنندگان میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بہت سے اساتذہ شامل ہیں۔

یہ امراض قوم کے امراء میں سب سے زیادہ ہیں ان کی دیکھا دیکھی متوسط اور اُس سے نیچے کے طبقوں میں بھی پھیل رہے ہیں۔ اور دانشور گروہ (غریب پردری کے دھوکوں کے باوجود) ان فواش کے لیے علمی دلائل مٹیا کرتا ہے۔

اب آپ سوال کریں گے کہ اس صورت حال کا مقابلہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ گزارش ہے کہ اس کے کئی اسباب ہیں۔

۱۔ مغرب کی ہر معاشرتی رسم کے ساتھ کسی نہ کسی فائدے کا بیوند لگایا جاتا ہے۔ مغربیوں کو

معلوم ہے کہ نفع کی دلیل اب عالم اسلام میں بہت مقبول ہے لہذا نفع کی چاشنی دے کر نہر کو دُور تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

۲۔ جب علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں تو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ علماء ہمیشہ مسلمانوں کے لیے فائدہ چیزوں کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ اور یوں بھی علماء کی بات بے وزن کر دی گئی ہے۔

۳۔ خود علماء بھی یوں بے اثر رہتے ہیں کہ ان کی معلومات مغربی اشیاء و مظاہر کے بارے میں ناقص ہوتی ہیں اس لیے ان کا حملہ اکثر بے دلیل اور غیر موثر ہوتا ہے۔

۴۔ تعلیم یافتہ طبقہ مزاجاً نفع پسند، بے حس بلکہ دین بیزار ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں مگر ان میں اس محاذ پر کام کرنے کا ذوق بھی نہیں اور شوق بھی نہیں۔

۵۔ علماء کی مذکورہ بالا بے خبری کے علاوہ، ان کا تصور منی عن المنکر بھی بدل گیا ہے۔ وہ صرف بُرا سمجھنے تک محدود رہتے ہیں۔ برائی کا معیج علم حاصل کر کے، اس کے خلاف جہاد کی تنظیم نہیں کرتے۔ ہاتھ سے ٹھیک کرنے کا پروگرام اب مصلحتوں کی نذر ہو گیا ہے۔

۶۔ علماء بڑی برائیوں کو بڑی کلمہ کر عجز کا اظہار کر دیتے ہیں۔ چھوٹی برائیوں کو معمولی کلمہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔

۷۔ علماء کی توجہ زیادہ تر فرقہ وارانہ مسائل کی طرف رہتی ہے یا اردن سیاست۔ معاشرت کی اصلاح کا جو موقع انھیں مساجد میں ملتا ہے اُس سے فائدہ نہیں اٹھاتے فرقہ وارانہ بحثوں میں فرار کا راستہ پا کر اصلاح معاشرت کا فریضہ انجام نہیں دیتے۔

۸۔ طریق کار کے جدید راستوں سے بے خبری ہے۔ دہ نہ کسی ایک نکتہ پر کام کا آغاز کر کے اسے دوسری برائیوں تک پھیلایا جاسکتا ہے، درجہ بدرجہ اور مرحلہ بہ مرحلہ۔ لیکن وہ یا تو کچھ کرتے ہی نہیں یا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص بیک وقت مکمل اسلام کا مکمل پیکر بن جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں، اس لیے علماء کی اٹھائی ہوئی اصلاحی تحریکیں محدود دائرہ خواص سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

اب رہا یہ کہ اصلاح احوال کی صورت کیا ہے؟ تو گزارش یہ ہے کہ صورت حال جہاد کی طلبگاہ ہے۔ جہاد میں جدوجہد کی ہر صورت شامل ہے جسے یقین سے شروع کیا جائے اور عقل و حکمت سے چلایا جائے۔ امن پسندانہ ذرائع سے لے کر مسلمانوں کی قوت مجتمہ کے سہارے برائیوں کو زبردستی روکنے تک ہر چیز اس میں شامل ہے۔ مگر پہلے برائی کے بارے میں پورا علم، اس کے بعد دلائل سے پورا اتمام حجت اور موغلظہ حسہ اور آخر میں مکمل مقابلہ، انداد اور بیخ کنی۔ اور اس